© rasailojaraid.com

خطبہ استقبالیہ

اشتیاق احمد ظلی

جناب صدر، مہمانان گرامی، اساتذہ کرام، عزیز طلبہ اور خواتین و حضرات!

علم و دانش کی اس بستی میں کتاب اللہ کے حوالہ سے منعقد ہونے والے اس دو روزہ سیمینار کے موقع پر ارکین ادارہ علوم القرآن اور خود اپنی طرف سے آپ کا استقبال کرتے ہوئے میں بے پایاں مسرت محسوس کررہا ہوں۔ آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے باعث عزت و سرفرازی ہے۔ اس کرم فرمائی کے لیے ہم صمیم قلب سے آپ کے ممنون ہیں۔ اس ناسازگار اور نہایت تکلیف دہ موسم میں آپ کی زحمت سفر کے پیچھے محض علمی تجسس اور شوق تحقیق کا جذبہ کارفرما نہیں ہے بلکہ یہ دراصل اس عظیم مقصد کے ساتھ آپ کی قلبی اور جذباتی وابستگی کی دلیل ہے جس کے حصول کے لیے اس سیمینار کا انعقاد عمل میں آرہا ہے۔ اللہ کی کتاب پر غور و فکر کرنے، اس کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنے، ان کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کرنے، ان کے ذریعہ فراہم کردہ خطوط کی روشنی میں معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کرنے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کا حیات بخش پیغام پہونچانے کی شدید خواہش اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن جدوجہد کا مصمم ارادہ اور پاکیزہ جذبہ ہی آپ کو کشاں کشاں یہاں لے آیا ہے۔ یہی خواہش اور یہی جذبہ اس سیمینار کے انعقاد کے پیچھے بھی کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی نسبت سے کی جانے والی اس حقیر کوشش کو شرف قبول سے نوازے، آمین۔ ہماری یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ یہاں آپ کا مختصر قیام خوش گوار اور آرام دہ رہے۔ لیکن دستیاب وسائل کے پیش نظر ہمیں اندیشہ ہے کہ شاید ہمارے انتظامات ہمارے جذبات اور خواہشات کا ساتھ نہ دے سکیں، ہمیں یقین ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ہماری کوتاہیوں اور کمیوں کے بارے میں درگزر سے کام لیں گے اور اسے جذبہ مہمان نوازی کی کمی پر محمول نہ فرمائیں گے۔

زندہ قوموں کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ اپنا احتساب کرتی رہتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تک ماضی کی کارکردگی اور اس میں راہ پا جانے والی کمیوں، خامیوں اور کوتاہیوں کا صحیح ادراک نہ ہو، مستقبل کے لیے مفید اور مؤثر منصوبہ بندی ممکن نہیں۔ اسی مقصد سے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں تاکہ گزری صدی میں قرآنی علوم و معارف کے میدان میں پائی جانے والی صورت حال کا پوری معروضیت سے جائزہ لیا جائے اور اس کی روشنی میں آئندہ لائحہ عمل کی منصوبہ بندی اور پیش نظر کام کی نوعیت اور اس کی سمت سفر کا تعین کیا جاسکے۔ اس دور کے مخصوص حالات کے پیش نظر یہ نہایت ضروری ہے کہ پوری ہوش مندی اور بیدار مغزی کے ساتھ مستقبل کی منصوبہ بندی کی جائے۔ اس وقت اسلام اور اس کی اساس و بنیاد قرآن مجید کے لیے حالات جتنے سخت ہیں اس کے ادراک کے لیے بہت زیادہ دقتِ نظر کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید آج جس طرح ہر سمت سے اور ہر سطح پر شدید ترین یلغار کی زد میں ہے تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ ساتھ ہی انسانیت کے وسیع تر حلقوں تک قرآن کا پیغام اور تعلیمات کو پہونچانے کے لیے جو امکانات اور اسباب و وسائل اس وقت موجود ہیں وہ بھی اس سے پہلے کبھی دستیاب نہیں تھے۔ اگر ان امکانات سے بھرپور فائدہ نہ اٹھایا گیا تو تاریخ ہمیں اپنے بنیادی فرائض کی ادائیگی میں سنگین کوتاہی کا مجرم قرار دے گی۔ احکم الحاکمین کی عدالت میں اس کے لیے جواب دہی کا معاملہ تو اور بھی سخت ہے۔

انیسویں صدی عالم اسلام کے لیے بڑی پرآشوب اور صبر آزما صدی تھی۔ اس کے قلب وجگر میں عیسائی یوروپی استعمار اپنے خونیں پنجے گاڑے ہوئے تھا اور نہایت بیدردی سے اس کے انسانی اور مادی وسائل کا استحصال کر رہا تھا۔ اس کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ شدید مذہبی اور اخلاقی بحران کا شکار تھا۔ سیاسی اور معاشی اعتبار سے ملت اسلامیہ کی حیثیت ایک جسد نیم جاں سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے علاوہ استعماری طاقتوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیر تسلط علاقوں میں بھرپور عسکری اور سیاسی پشت پناہی کے زیر سایہ عیسائی مشنری گلے کی کمزور اور بچھڑی ہوئی بھیڑوں کی گھات میں تھے اور ترغیب و ترہیب کے علاوہ بھی بہت سے تیران کے ترکش میں تھے اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لیے جن کا وہ بے تکلف اور بے دریغ استعمال کر رہے تھے اور اس سلسلہ میں کسی حد تک بھی جانے سے نہیں ہچکچاتے تھے۔ تیسری طرف استشراق کی نہایت فعال اور منظم مشنری اپنے غیر معمولی وسائل کے ساتھ قرآن و حدیث اور سیرت رسول ﷺ اور اسلامی تاریخ کے خدوخال کو مسخ کرنے کی سازش میں پوری تندہی سے مصروف تھی تاکہ مسلمانوں کی نئی نسلیں اپنے دین، اساسی مآخذ، عقائد اور تاریخ کی اصل شکل و صورت پہچاننے کے لائق نہ رہ جائیں اور انھیں ان سے منحرف اور برگشتہ کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہ آئے۔ غرض بیسویں صدی کا سورج جب اس خاکدان ارضی پر طلوع ہوا تو پورے عالم اسلام کا مطلع سخت غبار آلود تھا اور وہ نہایت غیر یقینی صورت حال کا شکار تھا۔ جو خطے براہ راست سامراجیت کے زیر نگیں نہیں تھے وہ بھی اس کے اثرات بد سے محفوظ نہیں تھے اور وہاں کے حالات بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں تھے۔ یورپ کا مرد بیمار ترکی خلافت اسلامی کے مرکز اور اتحاد امت کی علامت کی حیثیت سے اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا اور کچھ دنوں کی بات تھی کہ جو کام دشمن صدیوں کی منصوبہ بندی اور کوششوں کے باوجود انجام نہ دے سکے تھے وہ اس کا اپنا ایک فرزند کر دکھانے والا تھا اور خلافت عثمانیہ کی قبا اس کے ہاتھوں چاک ہو جانے والی تھی۔ مزید براں دوربین نگاہیں اس سرخ طوفان کی آمد آمد کے آثار کو محسوس کر سکتی تھیں اور جو وسط ایشیا کے مسلم معاشرہ کو جو صدیوں اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا تھا، یکسر تہ و بالا کر دینے والا تھا۔ سیاسی اور عسکری سطح پر اس ہزیمت اور اس کے جلو میں آنے والی شکست و ریخت کے نتیجہ میں مسلمانوں کی معاشرتی معاشی اور ان سب سے بھی زیادہ مذہبی صورت حال پر جو اثرات مرتب ہوئے ان کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اس لیے وہ بھی ازلیت اور ابدیت کی صفات سے متصف، زمان و مکان کی قیود سے ماوراء اور دنوں، مہینوں، برسوں اور صدیوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حد بندیوں سے بالاتر ہے۔ وقت کا قافلہ آگے بڑھتا رہے گا اور صدیاں آتی اور جاتی رہیں گی لیکن گزرتے وقت کی گرد اس کے دامن عزت وعظمت کو چھونے سے قاصر اور اس کی تابانی اور ضیاء پاشی کو متاثر کرنے سے عاجز رہے گی۔ ماہ وسال کی گردش مسلسل سے نہ تو اس کے علوم ومعارف پر کہنگی کے آثار طاری ہوں گے اور نہ وقت سے پیچھے رہ جانے کی علامات۔ یہ ہمیشہ تازہ اور بے اندازہ رہے گا۔ چناں چہ کلام الٰہی کو زمان ومکان کے پیمانوں کے ذریعہ ناپنا اور ان کے فراہم کردہ دائروں میں محدود ہو کر سمجھنا ممکن نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ "کل یوم ھو فی شان" اسی طرح اس کے کلام کے بحر ناپیدا کنار میں غواصی کرنے والے حسب توفیق الٰہی اپنے جیب دامن کو نت نئے علوم و معارف سے بھرتے رہیں گے اور اس کے خزانہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ البتہ انسان چوں کہ زمان ومکان کے حدود میں رہ کر زندگی گزارتا ہے اور اس کے معاملات اور ساتھ ہی ساتھ اس کی فہم وادراک بھی انہی کے تناظر میں محدود ومتعین ہوتے ہیں اسی لیے فطری طور پر کلام اللہ کو سمجھنے اور اس کی ہدایات، معانی، معارف اور مفاہیم سے آگاہی حاصل کرنے کی انسانی کوششیں زمان ومکان کی قیود سے مقید اور اس مخصوص عہد میں پائے جانے والے حالات وظروف سے متاثر ہوتی ہیں اور کسی نہ کسی درجہ میں ان کے اندران کا انعکاس پایا جاتا ہے۔ ہر دور اور ہر عہد میں اس وقت کی علمی، عقلی اور فنی پیش رفت کی روشنی میں اور ان کے فراہم کردہ اسباب ووسائل کی مدد سے کلام اللہ کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات کے مطابق اس دور کے مخصوص مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے ناگزیر طور پر کتاب اللہ کو سمجھنے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی ان انسانی کوششوں میں اس عہد کے مخصوص حالات اور رویوں کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ قرآن مجید کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہدایت ورہنمائی کے حصول کے لیے، علمی اور عقلی سطح پر استدلال و استنباط کے لیے اور قرآنی علوم ومعارف سے بہرہ اندوز وفیض یاب ہونے کے لیے ہر دور کا انسان اس پر تدبر وتفکر کرتا رہا ہے اور اس سرچشمہ ہدایت سے اپنی دینی، روحانی، علمی اور عقلی تشفی کا سامان کرتا رہا ہے۔ چناں چہ علم ودانش کا قافلہ جیسے جیسے آگے بڑھتا رہا اس بحر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناپیدا کنار کے شناور نئے نئے جہاں معانی اور حقائق و معارف کے نئے ابعاد اور جہات کو دریافت کرتے رہے ہیں۔ عہدِ حاضر میں سائنس کی تیز گام ترقیوں اور اکتشافات نے کائنات کے بہت سے ایسے مخفی گوشوں اور رازہائے سربستہ کو بے نقاب کر دیا ہے جو اب تک انسانی نظروں سے اوجھل اور انسانی فہم وادراک کی دسترس سے باہر تھے۔ چناں چہ ان کی روشنی میں اور ان کی مدد اور وسیلہ سے قرآنی علوم و معارف کی بالکل نئی جہات سامنے آرہی ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں بیان ہوئے بہت سے واقعات اور حقائق کی فہم آج سے پہلے ممکن نہ تھی۔ یہ سلسلہ تا قیام قیامت اسی طرح چلتا رہے گا اور علوم و فنون میں پیش رفت کے ساتھ ساتھ قرآنی حقائق اور معارف کی بالکل نئی جہات سامنے آتی رہیں گی اور انسانی معارف و معانی کے نئے جہاں دریافت کرتا اور ان سے بہرہ مند ہوتا رہے گا۔ یہ قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کی ناقابل تردید دلیل بھی ہے اور مہبط وحی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان گرامی کا مصداق بھی کہ **لا تنتھی عجائبہ**۔

انیسویں صدی میں مغرب کی عسکری اور سیاسی بالادستی اور اس کے جلو میں آنے والی تیز و تند جارحانہ فکری یورش کے اثرات سے روبزوال مسلم معاشرہ خود حفاظتی کی تمام تر مساعی اور تدابیر کے باوجود پوری طرح محفوظ نہ رہ سکا اور زندگی کے ہر گوشے میں اس کی چھاپ صاف دکھائی دیتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شدید نفسیاتی، تہذیبی اور فکری دباؤ کے باوجود علماء اسلام نے بڑی ہوش مندی اور جرأت سے حالات کا مقابلہ کیا اور اس سلسلہ میں غیر معمولی استقامت اور فکری سلامت روی کا مظاہرہ کیا جو دراصل دین اسلام کی حقانیت میں ان کے غیر متزلزل ایمان ویقین کا نتیجہ تھا۔ البتہ اسلامی تحقیقات کے میدان میں جہاں تہاں مدافعانہ اور معذرت خواہانہ اسلوب بیان اور انداز تحریر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان مخصوص حالات کے تناظر میں یہ بات چنداں تعجب خیز بھی نہیں۔ لیکن بیسویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے کم از کم قرآنی علوم کے میدان میں، جو مغربی تنقید کا ایک بڑا ہدف تھا، یہ انداز تبدیل ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ خود اعتمادی سے بھرپور ایک ایسا رویہ لے چکا تھا جو قرآن مجید میں بیان شدہ حقائق اور واقعات کے ثبوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے اس بات کی قطعی ضرورت نہیں محسوس کرتا تھا کہ وہ جدید خیالات وافکار سے ہم آہنگ ہوں جن کی نمائندگی مغربی علوم اور مغربی تہذیب کرتی تھی۔ چناں چہ ۱۹۰۳ء میں جب بیسویں صدی کا سورج طلوع ہی ہوا تھا علامہ سید سلیمان ندوی کے بقول "نئے عہد کے سب سے پہلے عالم" مولانا حمید الدین فراہی کے قرآنی فکر کے اولین نتائج سامنے آنا شروع ہوئے تو ان میں ایک نئے لب ولہجہ اور انداز وآہنگ کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ان کی معرکتہ الآراء کتاب "جمهرة البلاغة" منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں انھوں نے فن بلاغت اور ادبی تنقید کی تاریخ میں پہلی بار ارسطو کی شعریات پر بھر پور تنقید کی اور اسلامی فن بلاغت کے ارتقاء میں اس کے منفی کردار اور تباہ کن اثرات کا نہایت جرأت مندانہ اور حکیمانہ تجزیہ کیا اور بڑی باریکی سے اس کی غلطیوں کی نشان دہی کی۔ اس موضوع پر ارسطو کے افکار ونظریات کو مشرق ومغرب دونوں میں جو درجہ اعتبار واستناد حاصل رہا ہے اس کے پیش نظر اور خاص طور سے اس عہد اور ماحول میں یہ ایک غیر معمولی نوعیت کا واقعہ تھا اور اسے مغرب کی ہمہ گیر تسلط سے آزادی کا اعلامیہ تصور کیا جا سکتا ہے۔ یہ دراصل دیباچہ تھا اس انقلابی قرآنی فکر کا جس کی تنقیح وتنظیم اور جس کو پیش کرنے کی سعادت مولانا فراہی کو حاصل ہونے والی تھی اور جو فراہی منہج فکر کے نام سے علمی دنیا میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو کہ بیسویں صدی کے دوران قرآنی علوم کے میدان میں ہونے والی یہ سب سے اہم پیش رفت تھی۔ اس سے فہم قرآن کی نئی راہیں کھلی ہیں اور آیات قرآنی کے معانی ومعارف تک رسائی کے امکانات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ساتھ ہی قرآن مجید پر کیے جانے والے بہت سے اعتراضات اور شبہات کے شافی اور مسکت جوابات فراہم ہوئے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ رجوع الی القرآن کی ایک طاقت ور تحریک تھی جس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ اسلامی معاشرہ میں کتاب اللہ کی حاکمیت اور مرکزیت کو بحال کیا جائے اور اس کی بے آمیز تعلیمات کی روشنی میں اس کے فکری نظام کی تنظیم نو کی جائے۔ اس تحریک کے دور رس نتائج مرتب ہوئے ہیں اور دنیا کے مختلف گوشوں میں اس کے اثرات کو محسوس کیا جا رہا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی زمانے میں شیخ محمد عبدہٗ کے تفسیری افکار ونظریات عرب دنیا میں وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے فکری جمود اور عملی تعطل کو توڑنے اور اس کے حصار سے عربوں کو بالخصوص اور عام مسلمانوں کو بالعموم باہر لانے کی سمت میں موثر اور فیصلہ کن کردار ادا کر رہے تھے۔ پھر جیسے جیسے بیسویں صدی کا کارواں آگے بڑھتا گیا قرآنی علوم کے افق پر ابھرنے والے تابندہ ستاروں سے ایک کہکشاں سی بنتی چلی گئی جس کی روشنی میں کتنے ہی گم کردہ راہ قافلوں کو جادہ ومنزل کا سراغ ملا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس صدی کے دوران لکھی جانے والی بعض تفاسیر اور تفسیری رجحانات اس میدان میں سنگ میل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ان تفسیروں نے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے فکری رویوں کو متاثر کیا ہے اور ان کے فکر ونظر کے پیمانوں میں انقلاب انگیز تبدیلیاں پیدا کرنے کا سبب بنے ہیں۔ ان کے نتیجہ میں قرآن مجید پر تدبر وتفکر کا رجحان بڑھا ہے، فہم قرآن کی ناگزیر ضرورت کا احساس بیدار ہوا ہے اور کتاب اللہ محض ایک تبرک کی کتاب کے بجائے ایک انقلاب آفریں کتاب کی حیثیت سے متعارف ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ یہ تبدیلیاں ایک ایسے زمانے میں ظاہر ہوئی ہیں جب قرآن مجید محض طاق کی زینت بن کر رہ گیا تھا اور بعض مذہبی حلقوں تک میں اس کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت کا احساس یکسر مفقود تھا اور اب بھی اس صورت حال میں کسی نمایاں تبدیلی کے آثار نہیں پائے جاتے۔ ایسے حوصلہ شکن حالات میں دنیا کے طول وعرض میں درس قرآن اور مطالعہ قرآن کے مسلسل بڑھتے ہوئے حلقے اس محاذ پر بلا شبہ ایک اہم پیش رفت کی حیثیت رکھتے ہیں اور نہ صرف مسلم معاشرہ بلکہ وسیع تر انسانی برادری پر انشاء اللہ اس کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔

گزری صدی میں قرآنی علوم کے میدان میں کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے غیر معمولی نوعیت کا فکری، تحقیقی اور تصنیفی کام انجام پایا ہے۔ قرآن مجید پر غور وفکر کے نئے مناہج، مختلف زبانوں میں وسیع پیمانے پر تراجم اور تفاسیر کی تیاری اور اشاعت، قرآنی علوم اور قرآنی موضوعات پر اہم اور مستقل تصنیفات، کتابیات، اشاریوں اور معاجم کی تالیف، تنقید متن کے جدید اصولوں کے مطابق علوم قرآن پر قدیم مصنفین کی اہم تصانیف کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تنقیدی متون کی تدوین اور اشاعت، سائنس کی غیر معمولی پیش رفت کی روشنی میں قرآنی بیانات کا مطالعہ، غرض کہ قرآنی موضوعات پر جتنا اور جیسا کام بیسویں صدی میں ہوا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بلاشبہ یہ امر ہم سب کے لیے باعث امتنان وتشکر ہے لیکن باعث اطمنان پھر بھی نہیں۔ قرآن مجید کی عظمت، انسانیت کے لیے بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص قرآنی تعلیمات سے گہری واقفیت کی ناگزیر ضرورت، دورِ حاضر میں قرآن مجید کے حیات افروز پیغام کی ترسیل اور نفوذ کے وسیع امکانات اور کتاب الٰہی کے سلسلہ میں روز افزوں مخاصمانہ اور معاندانہ رویوں کے پس منظر میں یہ عظیم الشان لٹریچر بھی ان گوناگوں تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کی لیے کافی نہیں ہے۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ان مقاصد کے حصول اور انسانیت کے وسیع تر حلقوں تک قرآنی تعلیمات کی مؤثر ترسیل وابلاغ کے لیے دنیا کے طول وعرض میں بے شمار اکیڈمیاں قرآنیات پر اعلیٰ ترین سطح پر تحقیق وتصنیف میں مصروف ہوتیں اور ان کے لیے افرادی اور مالی وسائل کا کوئی مسئلہ نہ ہوتا، تھنک ٹینک اس کی تعلیمات کی نشرواشاعت کے لیے منصوبے بناتے اور اسٹریٹجی تیار کرتے، مسلم حکومتیں اس کے لیے الگ اور مستقل وزارتیں قائم کرتیں اور اپنے مالی وسائل کا ایک معتد بہ حصہ ان کاموں کے لیے مختص کرتیں، بڑی بڑی اسکالرشپ اور اعلیٰ قسم کے اوارڈ قائم کرتیں۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ عالم اسلام اپنے غیر معمولی وسائل کے باوجود ابھی تک قرآنیات کا کوئی دائرۃ المعارف شائع نہیں کرسکا ہے اور اب یہ کام ان لوگوں کے ہاتھوں انجام پارہا ہے جن کی ناانصافیوں سے ہمارے دل کباب اور سینے فگار ہیں۔ ابھی تک کوئی معیاری قرآنی اطلس بھی تیار نہیں ہوسکا ہے۔ قرآنی جغرافیہ اور اثریات پر جو کام ہوئے وہ ناکافی ہیں۔ قرآنیات پر کام کرنے والوں کی راہ میں ایک سنگ گراں کتابیاتی مواد اور اشاریوں کا فقدان ہے۔ کتابیات کے میدان میں ہونے والی غیر معمولی پیش رفت کی وجہ سے اب یہ ممکن ہوگیا ہے کہ ایک طالب علم بیک جنبش انگشت کسی خاص موضوع کے متعلق ضروری کتابیاتی معلومات حاصل کرلے لیکن قرآنیات کے طلبہ کے لیے یہ خواب ہنوز تشنہ تعبیر ہے۔ اسی طرح پورے عالم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام سے قرآنیات کا کوئی اختصاصی مجلّہ انگریزی زبان میں نہیں نکل رہا ہے۔ انگریزی زبان میں قرآنیات کے موضوع پر نکلنے والا تنہا مجلّہ لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز سے نکلتا ہے۔ پورے عالم عرب سے عربی زبان میں قرآنیات کا کوئی اختصاصی مجلّہ شائع نہیں ہوتا۔ کہاں تک گنایا جائے محرومیوں اور حسرتوں کی یہ فہرست بہت طویل ہے جب کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے لیے محض علمی دل چسپی کی بات نہ تھی بلکہ ان کے لیے تو اس کی حیثیت رگ جاں کی ہے اس لیے کہ دین ودنیا دونوں میں ان کی کامیابی اور فائز المرامی کا تمام تر دارومدار کتاب اللہ سے ان کے تعلق کی نوعیت پر منحصر ہے۔ جو کام ہمارے لیے فرائض منصبی کی حیثیت رکھتے ہیں اگر ہم ان سے اس حد تک غافل ہیں تو دوسروں کی زیادتی، بددیانتی اور ناانصافی کا کیا شکوہ۔

بیسویں صدی میں قرآنیات کا موضوع مستشرقین کی غیر معمولی سرگرمی کا ہدف رہا ہے۔ بالخصوص اس صدی کے آخری سالوں اور اکیسویں صدی کے ان ابتدائی برسوں میں کتاب اللہ کے خلاف مغربی دانش وری کی طاقت ور اور ہمہ گیر مہم اپنے نقطۂ عروج پر ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے استشراق کی تحریک مغربی سامراجیت کے بطن سے پیدا ہوئی چناں چہ عیسائی تبشیری سرگرمیوں کو تقویت پہونچانا اور استعماریت کی بنیادوں کو مضبوط کرنا اس کے بنیادی مقاصد میں شامل رہا ہے۔ اس کا خمیر اسلام کے خلاف شدید ترین نفرت و عداوت سے تیار کیا گیا تھا جس کی جڑیں عیسائی نفسیات میں بہت گہری ہیں اور جس کے ڈانڈے صلیبی جنگوں بلکہ عیسائی علاقوں کی ابتدائی فتوحات سے جاملتے ہیں۔ قرآن مجید کو سمجھنے کی استشراقی کوششیں شعوری یا غیر شعوری طور پر بیشتر ان ہی تعصبات اور ذہنی تحفظات کی شکار ہوتی ہیں جن کا سلسلہ نسب براہ راست صلیبی جنگوں اور صلیبی نفسیات سے جاملتا ہے۔ چناں چہ یہ بات ایک عام مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے کہ مغربی دانشور جب اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور ان کی روحانی اقدار اور مذہبی میراث کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں تو بالعموم ان کا انداز اور لب ولہجہ متوازن بلکہ ہمدردانہ ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں نتائج اخذ کرتے ہوئے بحث وتحقیق کا یہ عام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصول پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ ان کے معتقدات اور نظریات کے باب میں وہی باتیں قابل اعتبار واستناد ہوں گی جو ان کے اساسی مآخذ سے حاصل کی جائیں نہ کہ ان کے بارے میں دوسروں کی تحریروں سے۔ لیکن اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور اس کی اساسی کتاب قرآن مجید کے باب میں ان کا طرز عمل اور انداز ومعیار بحث وتحقیق یکسر بدل جاتا ہے۔ اور بحث وتحقیق کے میدان میں یہ نام نہاد محققین معروضیت کے بلند بانگ دعووں کو فراموش کر دیتے ہیں اور ذاتی رجحانات اور تعصبات کو کھلی چھوٹ دے دیتے ہیں، چناں چہ ان کے نتائج تحقیق میں اس کی واضح کارفرمائی نظر آتی ہے۔ ان منفی رجحانات سے شاید ہی کوئی مغربی دانش ور آزاد ہو۔

استشراق کا ہدف یوں تو بحیثیت مجموعی دین اسلام ہے لیکن ابتدائی ہی سے ان کی توجہ کا خاص مرکز قرآن مجید رہا ہے۔ گزشتہ دنوں میں اس دور کے مخصوص حالات کے پس منظر میں اس باب میں ان کی عنایات میں غیر معمولی حد تک اضافہ ہو گیا ہے اور اس نے ایک Obsession کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس کے اسباب وعوامل کو جاننے کے لیے بہت زیادہ ژرف نگاہی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دین اسلام میں قرآن مجید کی اساسی حیثیت سے بخوبی واقف ہیں اور یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر وہ کسی طرح کتاب اللہ کے بارے میں مسلمانوں کے ایمان واعتماد اور اس کی محفوظیت کے بارے میں ان کے غیر متزلزل اذعان وایقان کو مجروح کرنے اور ان کے بارے میں ان کے دلوں میں شک وشبہ کا بیج بونے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ عمارت خود بخود ڈھیر ہو جائے گی اور اس کے لیے مزید کسی کوشش اور کاوش کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی وہ اقوام جن کو مغربی استعمار سیاسی اور عسکری طور پر زیر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا وہ بھی تہذیبی حیثیت سے اب مغرب کی حاشیہ بردار اور خوشہ چیں ہیں۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ دنیا پر مغربی تہذیب وتمدن کے مکمل تسلط کی راہ میں یہی کتاب اور اس کی تعلیمات حائل ہیں۔ کسی اور فلسفہ حیات اور نظریۂ کائنات میں مادیت کو اس ہمہ گیر [illegible] کی طاقت اور صلاحیت نہیں ہے۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکاوٹ کو وہ ہر قیمت پر دور کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ان کے تھنک ٹینک مدتوں سے منصوبہ بندی میں مصروف ہیں اور وہ ان غیر معمولی افرادی اور مادی وسائل کا جو انھیں حاصل ہیں اس مقصد کے حصول کے لیے بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن نہ صرف یہ کہ انھیں اپنے اس ناپاک مشن میں کامیابی کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے بلکہ اس کتاب کی کشش اور تاثیر کا عالم یہ ہے کہ خود مغرب میں اس کی مقبولیت روز افزوں ہے اور اس کے دامن رحمت میں پناہ لینے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ مخالفت کے لب ولہجہ میں جتنی تیزی اور تندی آتی جا رہی ہے اس کو پڑھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات سے واقفیت کا رجحان اسی قدر بڑھتا جا رہا ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ چودہ سو سال پہلے قریش کی شدید مزاحمت اور مخالفت کے تناظر میں اس وقت کی صورت حال کی تصویر کشی قرآن مجید نے ان الفاظ میں کی تھی:

"اولم یروا انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها، والله یحکم لامعقب لحکمه، وهو سریع الحساب"۔ (الرعد:۴۱)

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم اس سرزمین پر چلے آرہے ہیں اور اس کا دائرہ ہر طرف سے تنگ کرتے چلے آتے ہیں۔ فیصلہ اللہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلوں کو ہٹانے والا نہیں ۔اور بہت جلد حساب چکا دینے والا ہے۔

یوروپ اور امریکہ میں شدید مزاحمت اور مخالفت کے باوجود اسلام کی تیز رفتار پیش قدمی کے پس منظر میں اسی تصویر کے ابتدائی نقوش صاف طور پر ابھرتے ہوئے محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

اسلام کے بارے میں مغربی دانشوروں کی علمی دیانت، معروضیت اور انصاف پسندی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب وہ اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کے بارے میں بات کرتے ہیں تو تقریباً بلا استثناء بطور اصول و مسلمات چند امور ان کے پیش نظر ہوتے ہیں [illegible] کا مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نتائج فکر کو مرتب و مدون کرتے ہیں۔ اس طرح اسلام کے بارے میں ان کی بحث ونظر کے نتائج دراصل پہلے سے طے شدہ اور متعین ہوتے ہیں اور ان میں وقت اور حالات کے مطابق صرف رنگ آمیزی کا کام باقی رہتا ہے۔ یہ کام وہ اس چابک دستی سے کرتے ہیں کہ ناواقف قاری اسے نہایت سنجیدہ اور معروضی علمی کاوش کی حیثیت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ دجل وفریب اور انسانیت کی آنکھ میں دھول جھونکنے کا یہ کام صدیوں سے جاری ہے اور بے شمار سادہ لوح بندگان خدا کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے۔

اسلام کو پڑھنے، سمجھنے اور پیش کرنے کے سلسلے میں اصولی طور پر جو باتیں ہمیشہ مغربی دانش وروں کے پیش نظر رہتی ہیں ان کو مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

اسلام وحی الٰہی پر مبنی نہیں ہے

حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں

قرآن کلام الٰہی نہیں ہے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے نزدیک ان موضوعات پر معلومات حاصل کرنے کے لیے اسلامی مآخذ قابل استناد واعتماد نہیں۔ اس لیے ان کے بارے میں صرف ان معلومات پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے جو غیر اسلامی مآخذ سے حاصل کی جائیں۔ غیر اسلامی مآخذ سے مراد دراصل مستشرقین کی اپنی کتابیں ہیں جو اسلام دشمنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر لکھی گئی ہیں اور جن کی حیثیت اسلام کے خلاف بدترین غلط بیانیوں کے پلندہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ ۱۷۰۵ء میں ایک پروفیسر نے عیسائی نوجوانوں کو جو اسلام کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہوں یہ مشورہ دیا تھا کہ انھیں اس مقصد کے حصول کے لیے مغربی مصنفین کی کتابیں پڑھنی چاہیے۔ عربی زبان سیکھنا اور اصل مآخذ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش محض وقت کا ضیاع اور سعی لاحاصل سے زیادہ کچھ نہیں:

Because it is not worthwhile to undergo so much Trouble and Fatigue only to consult the Dreams and Ravings of a Fanatick.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کے سلسلہ میں مغربی دانشوری جو کچھ کہتی رہی ہے اس کی فہرست بہت طویل اور دل خراش ہے اور اہل علم و دانش کا یہ مجمع ان سے بخوبی واقف ہے۔ یہاں صرف چند تازہ ''تحقیقات'' کے سرسری ذکر پر اکتفا کیا جائے گا جن کا تعلق گزشتہ صدی کے آخری برسوں سے ہے۔

عام طور پر مستشرقین کا یہ موقف رہا ہے کہ قرآن مجید حضور رسالت مآب نبی کریم ﷺ کی تصنیف ہے جس کا بیشتر حصہ یہودی اور عیسائی مآخذ سے ماخوذ و مستعار ہے۔ اب تازہ تحقیقات کی رو سے قرآن مجید تنہا رسول اکرم ﷺ کی بھی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کی تالیف اور اس کو حتمی شکل دینے میں عالم اسلام میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کی اجتماعی مساعی کا بھی بہت کچھ دخل ہے اور یہ عمل تین صدیوں میں اپنی تکمیل کو پہنچا۔ یہ کام مسلمانوں نے پیغمبر اسلامؑ کی طرف منسوب اقوال کی تاویل و تشریح کے ذریعہ انجام دیا ہے۔ یہ نادر تحقیقات Wansborough اور G. R. Puin کی ہیں جن میں الگ الگ سطحوں پر کئی اور شریک کار بھی ہیں۔ ایک اور محقق Guntur Lulings کا ارشاد ہے کہ قرآن دراصل دو الگ اور ایک دوسرے سے یکسر متمایز حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک تو وہ جسے ابتدائی قرآن کہا جاسکتا ہے جو ان عیسائی نظریات سے ماخوذ ہے جو عرب میں عام طور سے معروف تھے۔ اسے پیغمبرؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ باقی حصے کافی بعد کے زمانے کی تالیف ہیں۔ ظاہر ہے ان تحقیقات کی روشنی میں دونوں میں سے کوئی حصہ بھی وحی الٰہی سے تعلق نہیں رکھتا۔ مزید براں یہ کہ اس کا بڑا حصہ مسلمانوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جن کا سلسلہ ایک لمبے عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ اسی لیے مغربی دانش ور قرآن مجید کی نظر ثانی کا مطالبہ کرتے رہے ہیں تا کہ اسے ان عناصر سے 'پاک' کیا جاسکے جو ان کے خیال میں مناسب نہیں ہیں۔ Keneth Gragg نے تمام مدنی سورتوں کو یک قلم منسوخ کردینے کی سفارش کردی۔ اس سلسلہ میں بعض دوسری تازہ ''تحقیقات'' کے مطابق مدینہ، خیبر اور وادی القری وغیرہ مقامات پر یہودی آبادی کا کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہے۔ اس طرح جاہلی معاشرہ کی جو تصویر کشی قرآن مجید میں کی گئی ہے ان 'تحقیقات' کی رو سے ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آثار وشواہد حجاز میں مفقود ہیں۔ سادہ زبان میں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب آیات جن میں ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے نعوذ باللہ الحاقی ہیں اور بعد کے ادوار میں قرآن میں شامل کی گئی ہیں۔ یہ تو محض مشتے از خروارے چند نمونے ہیں ورنہ واقعہ یہ ہے کہ:

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

اس صورت حال کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جن کے نزدیک ہر وہ بات ساقط الاعتبار ہے جس کی سند مغربی دانشوری پیش نہ کر سکے۔ اس سے زیادہ دل خراش حقیقت یہ ہے کہ اس ایجنڈا کو آگے بڑھانے کے کام میں مستشرقین کے دامن تربیت میں پلے اور بڑھے ان کے مسلمان تلامذہ بھی پوری طرح شریک ہیں۔ طہٰ حسین سے رشاد خلیفہ اور سلمان رشدی تک ایسے لوگوں کا ایک سلسلہ ہے جو ان مقاصد کے حصول میں سرگرم رہا ہے۔ عصر حاضر میں یہ کام زیادہ سلیقہ سے وہ لوگ انجام دے رہے ہیں جو یوروپ وامریکہ کی جامعات میں اسلامک اسٹڈیز اور مڈل ایسٹرن اسٹڈیز وغیرہ شعبوں سے منسلک ہیں۔ ان میں سے متعدد سنٹر مسلمان ممالک کے ذریعہ فراہم کردہ مالی وسائل اور عطیات پر چلتے ہیں۔ لیکن یہ ایک الگ داستان ہے۔ وہ نام نہاد مسلم حکومتیں جو امریکہ اور اسرائیل کے ایماء پر اپنے نصاب تعلیم سے ان قرآنی آیات کو نکالنے کے لیے تیار ہو جائیں جنہیں یہ دشمنان اسلام ناپسندیدہ قرار دیدیں، ان سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

حالات نہایت سخت ہیں۔ اللہ کی کتاب جو بنی نوع انسان پر اس کا سب سے بڑا انعام واحسان بھی ہے، شدید اور مسلسل حملوں کی زد میں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس کے حیات بخش پیغام اور اس کی روح پرور تعلیمات کی توسیع واشاعت کے امکانات بھی لامحدود ہیں۔ اسلام دشمن طاقتیں ان امکانات سے واقف بھی ہیں اور ان سے اندیشہ مند بھی۔ چناں چہ وہ ان تمام وسائل کو جو ان کی دست رس میں ہیں اس کی تعلیمات کی مقبولیت اور وسعت پذیری کی راہیں مسدود کرنے کے لیے استعمال کررہے ہیں۔ لیکن ان کا مقدر ناکامی اور نامرادی کی ذلت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ گزشتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چودہ سو سال سے اس مقدس کتاب کے مخالفین کا یہی انجام ہوتا رہا ہے۔ ان کی وقتی کامیابی اور اپنی وقتی مشکلات سے آزردہ خاطر اور دل شکستہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ خالق کائنات کا فیصلہ ہے۔

"یریدون لیطفئو انورا للہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون" (التوبہ:۳۲)

اب اگر ہم کتاب عزیز کی نسبت سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو ادا کرتے اور ان سے عہدہ برا ہوتے ہیں تو دنیا و آخرت میں کامرانی اور سرخروئی ہمارا مقدر ہوگی ورنہ اللہ ہمارا محتاج نہیں وہ اس کام کے لیے کسی اور قوم کو منتخب کر لے گا۔

میں ایک بار پھر دل کی انتہائی گہرائیوں سے آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس سیمینار کے نتیجے میں قرآنیات کے میدان میں نئی پیش رفت کے اسباب فراہم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی نسبت سے اس حقیر کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے کہ یہی ہماری سب سے قیمتی متاع ہے۔

☆

© rasailojaraid.com